بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 04 ماہ شہادت 1392 ہجری شمسی بمطابق اپریل 2013ء

قرآن کریم

بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

(البقرۃ:۱۱۳)

ترجمہ: نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کردے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ اور ان (لوگوں) پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہے

’’تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان کا پوچھنے پر الحمد للہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے۔ اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں۔ تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو سررشتہ دار نے جس کا نام جگن ناتھ تھا اور جو ایک متعصب ہندو تھا بتلایا کہ امرتسر یا کسی جگہ میں وہ سررشتہ دار تھا جہاں ایک ہندو اہلکار در پردہ نماز پڑھا کرتا تھا، مگر بظاہر ہندو تھا۔ میں اور دیگر سارے ہندو اسے بہت برا جانتے تھے اور ہم سب اہلکاروں نے مل کر ارادہ کرلیا کہ اس کو ضرور موقوف کرائیں۔ سب سے زیادہ شرارت میرے دل میں تھی۔ میں نے کئی بار شکایت کی کہ اس نے یہ غلطی کی ہے۔ اور یہ خلاف ورزی کی ہے۔ مگر اس پر کوئی التفات نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ہم نے ارادہ کرلیا ہوا تھا کہ اسے ضرور موقوف کروادیں گے۔ اور اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہونے کے لئے بہت سی نکتہ چینیاں بھی جمع کرلیں تھیں اور میں نے وقتاً فوقتاً ان نکتہ چینیوں کو صاحب بہادر کے روبرو پیش کردیا کرتا تھا۔ صاحب اگر بہت ہی غصہ ہوکر اس کو بلا بھی لیتا تھا۔ تو جوں ہی وہ سامنے آجاتا، تو گویا آگ پر پانی پڑ جاتا۔ معمولی طور پر نہایت نرمی سے فہمائش کردیتا۔ گویا اس سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔

تقویٰ کا رعب دوسروں پر بھی پڑتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا رعب دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ متقیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابر میں سے ہوئے ہیں۔ ان کا نفس بڑا مطہر تھا۔ ایک بار انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میرا دل دنیا سے برداشتہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی پیشوا تلاش کروں جو مجھے سکینت اور اطمینان کی راہیں دکھلائے۔ والدہ نے جب یہ دیکھا کہ اب یہ ہمارے کام کا نہیں رہا، تو ان کی بات کو مان لیا اور کہا کہ اچھا میں تجھے رخصت کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر اندر گئی اور اسی مہریں جو اس نے جمع کیں ہوئی تھیں، اٹھا لائی اور کہا کہ ان مہروں سے حصہ شرعی کے موافق چالیس مہریں تیری ہیں اور چالیس تیرے بڑے بھائی کی۔ اس لئے چالیس مہریں تجھے بحصہ رسدی دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چالیس مہریں ان کی بغل کے نیچے پیراہن میں سی دیں اور کہا کہ امن کی جگہ پہنچ کر نکال لینا اور عندالضرورت اپنے سرف میں لانا۔ سید عبدالقادر صاحب نے اپنی والدہ سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمادیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ اس سے بڑی برکت ہوگی۔ اتنا سن کر آپ رخصت ہوئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس جنگل میں سے ہوکر آپ گزرے، اس میں چند راہزن قزاق رہتے تھے۔ جو مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ دور سے سید عبدالقادر صاحب پر بھی ان کی نظر پڑی۔ قریب آئے، تو انہوں نے کمبل پوش فقیر سا دیکھا۔ ایک نے ہنسی سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ آپ ابھی اپنی والدہ سے تازہ نصیحت سن کر آئے تھے کہ جھوٹ نہ بولنا۔ فی الفور جواب دیا کہ ہاں چالیس مہریں میری بغل کے نیچے ہیں۔ جو میری والدہ صاحبہ نے کیسہ کی طرح سی دی ہیں۔ اس قزاق نے سمجھا کہ یہ ٹھٹھا کرتا ہے۔ دوسرے قزاق نے جب پوچھا تو اس کو بھی یہی جواب دیا۔ الغرض ہر ایک چور کو یہی جواب دیا۔ وہ ان کو اپنے امیر قزاقان کے پاس لے گئے کہ بار بار یہی کہتا ہے۔ امیر نے کہا۔ اچھا۔ اس کا کپڑا دیکھو تو سہی۔ جب تلاشی لی گئی، تو واقعی چالیس مہریں برآمد ہوئیں۔ وہ حیران ہوئے کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ ہم نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ امیر نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تو نے اس طرح پر اپنے مال کا پتہ بتادیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کے دین کی تلاش میں جاتا ہوں۔ روانگی پر والدہ صاحبہ نے نصیحت فرمائی تھی کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ یہ پہلا امتحان تھا۔ میں جھوٹ کیوں بولتا۔ یہ سن کر امیر قزاقان رو پڑا اور کہا کہ آہ! میں نے ایک بار بھی خدا تعالیٰ کا حکم نہ مانا۔ چوروں سے مخاطب ہوکر کہا کہ اس کلمہ اور اس شخص کی استقامت نے میرا تو کام تمام کردیا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا اور توبہ کرتا ہوں۔ اس کے کہنے کے ساتھ ہی باقی چوروں نے بھی توبہ کرلی...... میں ’’چوروں قطب بنایا ای‘‘ اسی واقعہ کو سمجھتا ہوں۔ الغرض سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے بیعت کرنے والے چور ہی تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا (آل عمران:۲۰۱) صبر ایک نقطہ کی طرح پیدا ہوتا ہے اور پھر دائرہ کی شکل اختیار کر کے سب پر محیط ہوجاتا ہے۔ آخر بدمعاشوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ انسان تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دے اور تقویٰ کی راہوں پر مضبوطی سے قدم مارے۔ کیونکہ متقی کا اثر ضرور پڑتا ہے اور اس کا رعب مخالفوں کے دل میں بھی پیدا ہوجاتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 49، 50)

حدیث وتشریح

دھوکے باز انسان سچا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّی

(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص تجارت یا دوسرے لین دین میں دھوکا بازی سے کام لیتا ہے اور ظاہر و باطن ایک جیسا نہیں رکھتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

تشریح:

''یہ ارشاد آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمایا جب کہ آپؐ نے ایک غلّہ فروش کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ اندر سے گیلا تھا۔ مگر باہر سے خشک غلّہ کی تہ ڈال کر اس نقص کو چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت آپؐ کا چہرہ غصّہ سے متغیر ہو گیا اور آپؐ نے غلّہ فروش کو انتہائی ناراضگی کے ساتھ فرمایا کہ یہ دھوکہ بازی اسلام میں جائز نہیں اور جو مسلمان دھوکا کرتا ہے اور خراب مال کو اچھا مال ظاہر کر کے بیچنا چاہتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور آپؐ نے حکم دیا کہ اگر تمہارے مال میں کوئی نقص ہے تو اس نقص کو ظاہر کرو۔ اور پھر بیچو۔ تاکہ خریدار نقص کو مدِّنظر رکھ کر قیمت کا فیصلہ کر سکے۔

آپؐ کی اس انتہائی تاکید کا یہ نتیجہ تھا کہ بعض اوقات صحابہؓ میں اس قسم کا دلچسپ اختلاف ہو جاتا تھا کہ مثلاً بیچنے والا اپنے مال کی قیمت دو سو روپیہ بتاتا تھا۔ مگر خریدار کو اصرار ہوتا تھا کہ نہیں یہ مال تو تین سو روپے کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کئی مسلمان کہلانے والے لوگ تجارت میں بے دریغ دھوکا کرتے، قسمیں کھا کھا کر جھوٹ بولتے اور کھانے پینے کی چیزوں میں اس طرح ملاوٹ ملاتے ہیں کہ شاید شیطان بھی شرم سے منہ چھپاتا ہوگا۔ بلکہ بعض مسلمان تو حج بھی صرف اس خیال سے کرتے ہیں کہ حاجی کہلانے سے ان کی تجارت کو زیادہ فروغ حاصل ہو جائے گا۔ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ سب ایسے ہیں۔ لیکن جہاں قوم کا ایک معتدبہ حصہ اس قسم کی اخلاقی پستی میں مبتلا ہو وہاں ایسی قوم بدنامی کے داغ سے ہرگز بچ نہیں سکتی اور بہرحال ہمارے مقدس رسول ﷺ (فداہ نفسی) کا سچا متبع وہی سمجھا جا سکتا ہے جو آپؐ کے حکم کو مان کر ہر قسم کے دھوکے اور فریب سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ ورنہ اس وعید کی زد سے بچ نہیں سکتا کہ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّی۔

''(چالیس جواہر پارے صفحہ 82-83)

مشعلِ راہ

عارفانہ خوردبین کے ذریعے باریک باریک معاصی سے بچیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے کہ آپؑ ہمارے اندر کون سی تبدیلیاں کرنا چاہتے تھے، آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''آپؑ ہمارے اندر اسلام کی حقیقی تعلیم داخل کر کے، ہماری اعتقادی اور عملی اصلاح کر کے ہم میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ عظیم مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا جو آپؑ کی بعثت کا مقصد تھا، جو زمانے کی اہم ضرورت تھی اور ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

'اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں'

'اگرچہ ظاہری طور پر ہر انسان سمجھتا ہے کہ یہ بڑے دیندار ہیں لیکن عُجب اور ریاکاری اور باریک باریک معاصی میں مبتلا ہیں جو کہ عارفانہ خوردبین سے نظر آتے ہیں'

آپؑ فرماتے ہیں:

'اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے'

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۸۳۔ ایڈیشن ۲۰۰۳ء)

پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ جماعت قائم فرمائی تو وہ اس میں شامل ہونے والوں کو خاص طور پر پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ پاک جماعت کا قیام ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے ہر ایک سے یہ چاہتے ہیں کہ یہ عارفانہ خوردبین ہم لگائیں۔ اس سے ہم اپنے نجس کو دیکھیں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اپنی اعتقادی غلطیوں کی جہاں اصلاح کریں وہاں ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی عملی غلطیوں کی بھی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں۔ اور یہ عارفانہ خوردبین ہی ہے جو معمولی قسم کی غلطیوں کو بڑا کر دکھائے گی کیونکہ خوردبین کا یہی کام ہے کہ باریک سے باریک چیز کو بھی بڑی کر کے دکھاتی ہے۔

پس اپنے گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کیلئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنے پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ پس ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کوئی معمولی دعویٰ اور یہ معمولی جماعت نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ معمولی دعویٰ ہے، نہ یہ جماعت معمولی جماعت ہے اللہ تعالیٰ اس جماعت کے افراد کو پاک کر کے ایک پاک جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے ہر احمدی کو یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ یہ تقویٰ اور طہارت کی زندگی کے نمونے ہی ہیں جو وہ انقلابی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، اور یہ انقلابی تبدیلی ہمارے اعتقادی اصلاح اور اعمال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے۔ صرف اعتقادی اصلاح فائدہ نہیں دے سکتی جب تک کہ اعمال کی اصلاح بھی ساتھ نہ ہو۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اعمال کی فکر نہ ہو، کیا عقیدہ ہمارا ہونا چاہئے اور کونسے اعمال ہیں جن کی طرف ہمیں توجہ رکھنی چاہئے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس میں میں نے پڑھا۔ ہم نے دیکھا کہ معمولی سے معمولی نیکی کی طرف بھی توجہ اور اس کے بجالانے کی کوشش کی ضرورت ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے''۔

(الفضل انٹرنیشنل 20 اپریل 2012ء تا 26 اپریل 2012ء۔ صفحہ 5)

ایمان افروز واقعات

سردار قبیلہ دوس کا قبول اسلام

طفیل بن عمرو ایک معزز انسان اور عقل مند شاعر تھے جب وہ مکہ میں آئے تو قریش کے بعض لوگوں نے ان سے کہا ’’اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں اس شخص (محمدؐ) نے عجیب فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ وہ بڑا جادو بیان ہے۔ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان اس نے جدائی ڈال رکھی ہے۔ ہمارے ساتھ جو بیت رہی ہے، وہی خطرہ ہمیں تمہاری قوم کے بارہ میں بھی ہے۔ پس ہمارا مشورہ یہ ہے کہ نہ تو تُو اس شخص سے بات کرنا اور نہ ہی اس کا کلام سننا۔

طفیل کہتے ہیں کہ کفار مکّہ نے مجھے اتنی تاکید کی کہ میں نے عزم کر لیا کہ نہ تو اس شخص کی کوئی بات سنوں گا نہ اس سے کلام کروں گا۔ یہاں تک کہ بیت اللہ جاتے ہوئے میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ غیر ارادی طور پر بھی اس شخص کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑ جائے۔

طفیل کہتے ہیں کہ جب میں مسجد پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ کی تلاوت کے چند الفاظ کے سوا میں کچھ بھی نہ سن سکا۔ مگر جو سنا وہ مجھے اچھا کلام محسوس ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا ’’میرا بُرا ہو۔ میں ایک دانا شاعر ہوں۔ بُرے بھلے کو خوب جانتا ہوں، آخر اس شخص کی کوئی بات سننے میں حرج کیا ہے؟ اگر اچھی بات ہوئی تو میں اسے قبول کر لوں گا اور اگر بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔

طفیل کہتے ہیں کہ کچھ دیر انتظار کے بعد جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے گئے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے کہا ’’اے محمدؐ! آپؐ کی قوم نے مجھے آپ کے بارے میں یہ یہ کہا ہے۔ خدا کی قسم! انہوں نے مجھے آپؐ کے بارے میں اتنا ڈرایا ہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات نہ سن سکوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کا کچھ کلام سنا دیا اور جو میں نے سنا وہ عمدہ کلام ہے۔ آپؐ خود مجھے اپنے دعویٰ کے بارہ میں کچھ بتائیں۔‘‘

طفیل کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کے بارہ میں بتایا اور قرآن شریف بھی پڑھ کر سنایا۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے خوبصورت کلام اور اس سے زیادہ صاف اور سیدھی بات کوئی نہیں دیکھی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی گواہی دی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور لوگ میری بات مانتے ہیں۔ میرا ارادہ واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلانے کا ہے۔ آپؐ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے مقابل پر کوئی تائیدی نشان عطا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کی کہ اے اللہ! اسے کوئی نشان عطا کر۔ پھر میں اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے آبادی کا آغاز ہوتا ہے تو میری آنکھوں کے درمیان پیشانی پر ایک چراغ جیسی روشنی محسوس ہونے لگی۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ یہ نشان میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور ظاہر فرما دے۔ کہیں الٹا یہ لوگ اعتراض نہ کریں کہ اپنے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ چنانچہ روشنی کا نشان میری چابک کے سرے پر ظاہر ہو گیا۔ جب میں گھاٹی سے اتر رہا تھا تو لوگ اس روشنی کو میری چابک پر ایک لٹکتے چراغ کی طرح دیکھ رہے تھے۔

اگلے دن میرے بوڑھے والد مجھے ملنے آئے تو میں نے کہا ابّا جان! آج سے میرا آپ کا تعلق ختم۔ والد نے سبب پوچھا۔ میں نے بتایا کہ میں تو اسلام قبول کر کے محمد ﷺ کی بیعت کر چکا ہوں۔ والد کہنے لگے پھر میرا بھی وہی دین ہے جو تمہارا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ جا کر غسل کر کے صاف کپڑے پہن کر تشریف لائیں تاکہ میں آپ کو اسلامی تعلیم کے بارہ میں کچھ بتاؤں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے انہیں اسلام کی تعلیم سے آگاہ کیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر میری بیوی میرے پاس آئی اسے بھی میں نے کہا کہ تم مجھ سے جدا رہو۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ وہ کہنے لگی میرے ماں باپ تم پر قربان یہ کیوں؟ میں نے کہا تمہارے اور میرے درمیان اسلام نے فرق ڈال دیا ہے۔ اور میں نے محمد ﷺ کے دین کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف دعوت دی مگر انہوں نے میری دعوت پر توجہ نہ کی۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکّہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ دوس قبیلہ کے لوگ اسلام قبول نہیں کرتے آپؐ ان کے خلاف بددعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت عطا فرما۔ تبھی نبی کریمؐ نے حضرت طفیلؓ کو توجہ دلائی کہ آپ واپس جا کر نرمی اور محبت سے پیغام حق پہنچائیں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام قصہ اسلام طفیل بن عمرو الدوسی)

نیکی کا اجر اسی دنیا میں

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ......فرمایا کرتے تھے کہ احمدیت سے کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ:

’’حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک مرتبہ لاہور میں کسی رئیس کے مکان پر بطور مہمان اترے ہوئے تھے۔ آج کل کی طرح اس زمانہ میں بھی شہر کے معزز گھرانوں کی نوجوان لڑکیاں مغرب سے ذرا پیشتر سیر کے لئے دریائے راوی پر جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ جو گئیں تو سخت آندھی اور بارش کے طوفان نے انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ ان لڑکیوں میں اس رئیس کی لڑکی بھی تھی جس کے ہاں حضرت حکیم الامتؓ قیام فرما تھے۔ وہ لڑکی پھرتی پھراتی کسی نہ کسی طرح شاہی مسجد میں پہنچ گئی۔ عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا چکے تھے۔ دینیات کے طلبہ جو اس زمانہ میں مسجد کے حجروں میں رہا کرتے تھے اپنے اپنے والدین کے ہاں گرمی کی رخصتیں گزارنے گئے ہوئے تھے مگر ایک یتیم لڑکا جو غریب اور نادار بھی تھا باہر کوئی ٹھکانہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے حجرے ہی میں رہنے پر مجبور تھا وہ صف پر بیٹھا ہوا مٹی کا دِیا جلا کر مصروف مطالعہ تھا کہ وہ لڑکی اس کے پاس گئی اور بتایا کہ مَیں فلاں رئیس کی لڑکی ہوں۔ مجھے اپنے گھر کا راستہ نہیں آتا۔ اگر تم مجھے میرے گھر پہنچا دو تو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔ اس لڑکے نے کہا۔ بی بی! مَیں ایک طالب علم ہوں اور باہر سے آیا ہوں۔ اپنے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے مجھے شہر میں گھومنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اور آپ کے والد محترم کو تو مَیں بالکل نہیں جانتا۔ اس لئے افسوس ہے کہ مَیں اس معاملہ میں آپ کی کوئی امداد نہیں کر سکتا۔ اب وہ لڑکی پریشانی کے عالم میں سوچنے لگی کہ اندھیری رات ہے اور ہُو کا عالم! بارش بھی تھمنے میں نہیں آتی۔ جائے تو کہاں جائے! اس کی یہ حالت دیکھ کر اس شریف لڑکے نے کہا۔ بی بی! فکر نہ کرو۔ چند گھنٹے رات باقی رہ گئی ہے۔ مَیں تو مصروف مطالعہ ہوں۔ آپ میری چارپائی پر سو جایئے۔ نماز فجر کے لئے لوگ آئیں گے جو شخص آپ کے ابا کو جانتا ہو گا اس کے ساتھ آپ گھر چلی جائیں۔ اس لڑکی کی حالت یہ تھی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مجبوراً اس غریب طالب علم کی چارپائی پر اسے لیٹنا پڑا۔ غریب طالب علم کا مَیلا کچیلا بستر! اجنبی نوجوان لڑکے کی موجودگی! والدین کے فکر کا تصور اور گھر سے پہلی مرتبہ غیر حاضری! یہ ساری چیزیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے نینداس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی تھی۔ وہ تو ایک ایک منٹ گن گن کر گزار رہی تھی۔ ادھر اس لڑکے کا حال سنئے۔ جونہی اس خوب صورت امیر زادی پر اس کی نگاہ پڑی۔ شیطان نے اس کے شہوانی قویٰ میں ایک تلاطم برپا کر دیا۔ مگر تھا وہ نیک اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا۔ اس نے سوچا کہ اس بُرے راستہ کو اگر مَیں نے اختیار کر لیا تو پھر خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ مزید برآں جہنم کی آگ بھی برداشت کرنا پڑے گی۔ کیا میرے اندر یہ طاقت موجود ہے کہ مَیں جہنم کی آگ برداشت کر سکوں؟ یہ وہ باتیں تھیں کہ جن کے سوچنے میں وہ محو تھا۔ معاً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس دیئے کی لاٹ پر ذرا انگلی رکھ کر تو دیکھوں کہ کیا مَیں اسے برداشت کر سکتا ہوں؟ چنانچہ اس نے فوراً اپنی ایک انگلی اس ’’لاٹ‘‘ پر رکھ دی۔ مگر بھلا اس آگ کی برداشت کیسے ہو سکتی تھی۔ ابھی بمشکل ایک لحظہ ہی گزرا ہو گا کہ فوراً انگلی واپس کھینچ لی۔ اور یہ خیال کر کے کہ جب مَیں اس معمولی سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا تو جہنم کی آگ کو جو اس سے ستر گنا شدت میں زیادہ ہو گی، کیسے برداشت کر سکوں گا، پھر مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ مگر ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شیطان نے پھر اس کے دل میں بدی کی تحریک کی مگر فرشتہ بھی اس کی نیک فطرت سے واقف تھا۔ اس نے پھر رکاوٹ ڈالی اور اسے مجبور کیا کہ اگر پہلے تجربہ سے سبق حاصل نہیں ہوا تو پھر دیئے کی لاٹ پر انگلی رکھ کر دیکھ لو۔ اگر برداشت کر گئے تو پھر اس خیال کو دل میں لانا۔ ورنہ خدا سے ڈرو۔ چنانچہ اس مرتبہ اس نے دوسری انگلی دیئے کی لاٹ پر رکھی مگر بھلا آگ کی برداشت کیسے ہو سکتی تھی فوراً ہاتھ واپس کھینچنا پڑا۔ اور پھر مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ غرض یہ نیکی اور بدی کی کشمکش رات بھر جاری رہی اور اس نوجوان نے اپنے نفس کو بدی کے ارتکاب سے روکنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیاں جلا دیں۔ خدا خدا کر کے رات گزری۔ فجر کی اذان ہوئی۔ نمازی آئے اور وہ لڑکی اپنے گھر پہنچا دی گئی۔

والد کو جب اپنی لڑکی کی زبانی اس لڑکے کی حرکات کا علم ہوا تو اس نے اپنے جلیل القدر مہمان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس لڑکے کو بلا کر اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنی دسوں انگلیاں کیوں جلائیں؟ لڑکے سے جب پوچھا گیا تو اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت مولانا نے اس صالح نوجوان طالب علم کی سرگذشت سن کر اس امیر میزبان کو مشورہ دیا کہ یہ لڑکا اس امر کا مستحق ہے کہ تم اس بچی کی شادی اس سے کر دو۔ امیر بولا۔ حضرت مولوی صاحب! مَیں اس لڑکے کے ساتھ اپنی بچی کا رشتہ تو کر دوں مگر آپ کو علم ہے کہ یہ بچی ناز ونعمت سے پروان چڑھی ہے اور یہ لڑکا بالکل غریب اور نادار ہے۔ ان کا آپس میں نباہ کیسے ہو گا؟ اور پھر برادری مجھے کیا کہے گی؟ اور بچی پر کیا گزرے گی جب وہ ایک یتیم اور غریب لڑکے کے گھر جا کر ساری عمر غربت اور افلاس کا

Vol. 18 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 04
,Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11,60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

شکار بنی رہے گی؟ آپ نے فرمایا۔ میرے مہربان دوست اس کا حل تو بالکل آسان ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے صاحب جائیداد بنایا ہے۔ دولت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ آپ دس ہزار روپیہ کی اسے امداد دے کر اسے بھی امیر بنا سکتے ہیں۔ مگر ایسا امیر آپ کو کوئی نہیں ملے گا جو اس جیسا نیک ہو۔ وہ امیر بھی نیک اور دیندار آدمی تھا۔ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے فرمان کے مطابق اس بچی کا رشتہ اس لڑکے کے ساتھ کر دیا اور لڑکے کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ اور وہ خوش نصیب جوڑا خوشی اور انبساط کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کو آخرت میں جو اجر دینا تھا وہ تو اسے ملے گا ہی، ہمارا اس پر ایمان ہے لیکن اس دنیا میں بھی خدا تعالیٰ نے اسے بغیر اجر نہ چھوڑا۔‘‘

(حیات نور صفحہ 70-67 جدید ایڈیشن)

مقربین پر خدا دلوں کے بھید ظاہر کرتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

’’اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے وہ انہیں اپنے انوار اور تجلیات کا جلوہ گاہ بناتا ہے اور یہ نور بعض دفعہ ظاہری طور پر متمثل ہو کر دوسرے لوگوں کو بھی نظر آجاتا ہے تاکہ سید الفطرت انسان اس سے فائدہ اٹھائیں اور وہ اپنے قلوب میں تغیر پیدا کریں۔

خود مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا نور بعض دفعہ تمثل کے طور پر دکھائی دیا ہے چنانچہ 1910ء یا 1911ء کا واقعہ ہے کہ مجھے بخار ہو گیا اور ساتھ ہی مجھے اپنی ران میں شدید درد ہونے لگا۔ کیونکہ اُن دنوں طاعون سے بعض اموات ہو رہی تھیں مجھے وہم ہوا کہ کہیں یہ طاعون ہی نہ ہو۔ چنانچہ مَیں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ اسی اثنا میں جب کہ میری آنکھیں کھلی تھیں مَیں در و دیوار کو دیکھ رہا تھا اور مجھے اپنے کمرہ کی تمام چیزیں نظر آرہی تھیں۔ مَیں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے جو میرے کمرے کے نیچے سے نکل رہا ہے اور آسمان کی طرف چھت پھاڑ کر جا رہا ہے۔ نہ اس کی کوئی ابتداء معلوم ہوتی ہے اور نہ انتہا۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا ہے جس میں ایک سفید چینی کا پیالہ ہے اور اس پیالہ میں دودھ بھرا ہوا ہے۔ اس ہاتھ نے وہ پیالہ مجھے پکڑا دیا اور مَیں نے وہ دودھ پی لیا۔ جب مَیں وہ دودھ پی چکا تو مَیں نے دیکھا کہ نہ تو کوئی درد ہے اور نہ بخار بلکہ میں اچھا بھلا ہوں۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

اسی طرح بعض دفعہ دوسروں کے جسم سے ایسی شعاعیں نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جس نے اُن کے اندرونی خیالات بے نقاب ہو جاتے ہیں اور پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ سچے مومن ہیں یا نہیں۔ مَیں نے کئی دفعہ دیکھا کہ ایک شخص میرے ساتھ بات کرتا ہے اور میری روح اس کی روح سے ٹکرا کر معلوم کر لیتی ہے کہ یہ منافق کی روح ہے۔ اسی طرح کئی ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر میں بڑے اخلاص کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاتھ چومتے ہیں۔ مگر اُن کے ہاتھ چومنے پر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے ہاتھ کو نجاست لگا دی ہے اور ان کی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا وہ گالیاں دے رہے ہیں۔ کیونکہ قلوب کے اسرار بعض دفعہ تو اللہ تعالیٰ اس طرح ظاہر کر دیتا ہے کہ خود انسان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو اس کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہوتی ہیں اور کبھی اس کے اندر سے باریک شعاعیں نکل کر دوسروں کے قلوب پر پڑتی ہیں۔ اور وہ چیز جسے وہ مخفی سمجھ رہا ہوتا ہے دوسرے پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ خدا کے بندوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی نظر باوجود انسانی ہونے کے لوگوں کے دلوں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ چیز جو دنیا کے لئے پوشیدہ ہوتی ہے ان کے لئے ظاہر ہو جاتی ہے مگر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ستّاری کی چادر اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے وہ ان کے عیب کو چھپا لیتے ہیں۔ وہ ایسا اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کے دل کا خیال اُن پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ خدا نہیں چاہتا کہ اُس کی ستّاری کی چادر کو اُٹھا دیا جائے۔

مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ ایک بہائی عورت آئی اور مختلف مسائل پر مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن اس سے باتیں کرتے ہوئے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے جسم سے کوئی چیز نکل کر اس کے ساتھ ٹکرا جاتی ہے لیکن آگے نہیں گذرتی۔ آخر مَیں نے دعا کی تو مَیں نے دیکھا کہ وہ چیز جو اس کے ساتھ ٹکراتی تھی آگے نکلنے لگی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو وہ بڑے جوش سے باتیں کر رہی تھی اور یا پھر یکدم گھبرا گئی اور اس نے بحث بند کر دی اور کہنے لگی کہ میرا بچہ بیمار ہے اس لئے مَیں جاتی ہوں حالانکہ وہ اچھا بھلا تھا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 123-122 مطبوعہ ربوہ)

واقعہ بیعت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

’’موضع گولیکی میں مثنوی مولانا روم پڑھتے ہوئے جب مَیں چوتھے دفتر تک پہنچا تو ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں اور مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حسنِ اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آنکلا۔ مولوی صاحب نے جب اس کے صافہ میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کے لئے اسے لینا چاہا مگر اس سپاہی نے آپ کو روک دیا۔ مولوی صاحبؓ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے وہ میرا پیشوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم لوگ اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو برا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی۔ مولوی صاحبؓ نے کہا کہ آپ بے فکر رہیئے ہم آپ کے پیشوا کے متعلق کوئی بُرا لفظ زبان پر نہیں لائیں گے۔ تب اس سپاہی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ بڑی خوشی سے اس کتاب کو دیکھ سکتے ہی بلکہ تین چار روز کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت مَیں تعمیلات کے لئے بعض دوسرے دیہات کے دورہ پر جا رہا ہوں واپسی پر یہ کتاب آپ سے لے لوں گا۔ چنانچہ مولوی صاحبؓ نے وہ کتاب سنبھال لی اور جاتے ہوئے گھر ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن جب میرا کسی کام سے مولوی صاحبؓ کے یہاں جانا ہوا تو مَیں نے وہی کتاب جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف لطیف آئینہ کمالات اسلام تھی حضور اقدسؑ کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحب کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب مَیں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی

عَجَبْ نُورِیْست دَرْ جَانِ مُحَمَّدؐ
عَجَبْ لَعْلِیْست دَرْ کَانِ مُحَمَّدؐ

مَیں اس نظم نعتیہ کو اول سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب مَیں آخری شعر پر پہنچا کہ۔

کَرَامَتْ گرچِه بےِ نَامُ و نِشَاں اَسْت
بَیَا بنگر ز غِلْمَانِ مُحَمَّدؐ

تو میرے دل میں تڑپ ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا۔ اس کے بعد جب مَیں نے ورق الٹا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر پایا۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

اسے پڑھتے ہوئے جب مَیں اس شعر پر پہنچا کہ

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجال وغیرہ رکھتے تھے، بے حد تأسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو مَیں آپؓ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحبؓ بیٹھک میں آئے تو مَیں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمد ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ

دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ ﷺ کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔

......................مَیں نے 1897ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ حضور اقدس علیہ السلام کی طرف سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کا نوشتہ خط جو میری قبولیت بیعت کے متعلق تھا مجھے پہنچ گیا۔ مَیں نے جب یہ خط مولوی امام الدین صاحبؓ کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے بیعت کرنے میں جلدی کی ہے مناسب ہوتا اگر آپ تسلی کے لئے پوری پوری تحقیق کر لیتے۔ مَیں نے کہا میری تسلی تو خدا کے فضل سے ہو گئی ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحبؓ نے وہ مرسلہ رسائل جو حضور اقدسؑ نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے مولوی صاحبؓ کو تو اس قدر فائدہ ہوا یا نہیں مگر مجھے ان کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا کہ جیسے مَیں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آ گیا ہوں۔‘‘

(حیات قدسی حصہ اول صفحہ 18-16 مطبوعہ ربوہ)